معصوم عقائد

الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی مجتہد
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

www.insaaniat.org

عنوانات	نمبر شمار
''اصول کو ضائع کر کے فروع کو مقدم جاننا زوال کی دلیل ہے''	
ساری کائنات میں اللہ کی وحدانیت، صفات اور قدرت کا تعارف کرانے والے محمدؐ کا شکریہ یہ پہلا عقیدہ ہے۔	1۔
اولین مخلوق محمدؐ، علیؑ فاطمہؑ اور حسنینؑ کو پیدا کر کے اللہ کا خالق و رازق و رب و قادر و قیوم کہلانا	2۔
محمدؐ کے لئے کائنات پیدا کی گئی تھی	3۔
تمام اقوام میں اللہ کے متعلق جو معلومات آج تک آئیں ان کا مصدر و منبع محمدؐ کا وجود ہے	4۔
اللہ کے متعلق ضروری عقائد	5۔
قرآن کریم کے متعلق ہمارے ضروری عقائد	6۔
قرآن کو غلط استعمال کرنے کی سازش، مقدس بہانوں سے قرآن کے حقیقی معانی و مقاصد کو تبدیل کر دیا گیا ہے	7۔
عقائد کی کتابوں میں اللہ و قرآن کے خلاف عقائد پھیلائے گئے	8۔
علماء کی بدعقیدگی اور اللہ اور قرآن پر الزام تراشی کو صحیح عقائد میں دیکھو علماء کی تاویل میں بھی تضاد ہے	9۔
اللہ کی صفات کچھ ذاتی ہیں اور کچھ صفات اسکے افعال سے متعلق ہیں	10۔
ذمہ داری آزاد و مختار اور صاحبانِ قدرت مخلوقات پر اُن کی وسعتوں کے مطابق ڈالی ہے	11۔
آزادی اور اختیار اور عقل و قدرت پر کبھی جبر نہ کیا جائیگا واپس نہ لیا جائیگا	12۔
قانونِ مشیت ہمہ گیر اور بے روک ہے اُس سے اللہ کی رضامندی اور پسند کا تعلق نہیں	13۔
بندوں کی استطاعت اور وسعتیں محدود نہیں بڑھانے سے بڑھتی ہیں اور گھٹانے سے گھٹتی ہیں	14۔
خدا کی نئی نئی تخلیق جاری ہے، تخلیق میں تعمیر و ترقی و تخریب و اِرتقاء و اضافہ بھی جاری ہے۔ کسی کا جاننا اور نہ جاننا ضروری نہیں	15۔
اللہ کا کوئی حکم نہ منسوخ ہوتا ہے نہ باطل و فرسودہ ہوتا ہے۔ تمام احکام اور شریعتیں اور اللہ کی کتابیں اپنی شرائط پر قابلِ عمل ہیں	16۔
لوح و قلم کا دو فرشتے ہونا	17۔
عرش وہ تختِ خداوندی ہے جہاں اللہ نے اپنی حکومتِ الٰہیہ کا مرکز قائم کیا ہے اپنے نائب کو بٹھایا ہے	18۔
نفس اور روح بھی فانی ہیں مگر بلا حکم اور بلا وجہ فنا نہ ہونگی	19۔
موت کے متعلق عقائد	20۔
قبر میں سوالات	21۔
رجعت کا ہونا اور محروم الجزا لوگوں کو جزا ملنا اور سزا سے بچ نکلنے والوں کو سزا اور عذاب دیا جانا	22۔
قیامت (حشر و نشر) اور حقوق اللہ پر حساب و سزا دیا جانا حق ہے	23۔
ہم حوضِ کوثر، ساقیٔ کوثر علیہ السلام اور دوستوں کو سیراب کرنے اور دشمنوں کو ہٹانے پر بھی ایمان رکھتے ہیں	24۔
شفاعتِ محمدیؐ پر مکمل ایمان رکھنا	25۔

26۔ اللہ ثواب کے اور عذاب کے تمام وعدوں کو پورا کرے گا

27۔ بندوں کے اعمال کا ریکارڈ برابر تیار ہوتا رہتا ہے

28۔ خدا ہمیشہ عدل کرتا ہے اور عدل کا ہی حکم دیتا ہے۔ ہمیں ہر حال میں عدل وانصاف پر قائم رہنا چاہیے

29۔ اعراف جنت و دوزخ کے درمیان مقام تعارف ہے۔ وہاں چودہ معصومین علیہم السلام موجود ہوں گے۔ اور تمام اہل جنت اور اہل جہنم کو پہچانتے ہوں گے۔ جنت میں صرف ان حضراتؑ کو شناخت کرنے والے داخل ہوں گے۔ جہنم میں ان حضراتؑ کے منکر جائیں گے

30۔ پل صراط سے تمام انسانوں کو گذرنا ہوگا۔ پروانہ ولایت ہوگا تو گذر سکیں گے ورنہ جہنم میں گر جائیں گے

31۔ اُن گھاٹیوں اور عقبات کے متعلق عقیدہ جو پُل صراط پر ہیں جہاں سوالات کئے جائیں گے

32۔ حساب اور میزانوں کے متعلق عقیدہ

33۔ جنت و دوزخ کے متعلق عقیدہ

34۔ وحی آنے کا عقیدہ اور انداز

35۔ لیلۃ القدر میں قرآن نازل ہونا

36۔ قرآن کے متعلق عقیدہ

37۔ مقدار قرآن کے متعلق عقیدہ

38۔ نبیوںؑ، رسولوںؑ، فرشتوںؑ اور حجتوںؑ کے متعلق اعتقاد

39۔ نبیوںؑ اور وصیوںؑ کے عدد کے متعلق عقیدہ

40۔ عصمت کے متعلق ہمارا عقیدہ کیا ہے؟

41۔ شہادتوں کے اقرار کے بارے میں ہمارا عقیدہ

42۔ غلو اور تفویض

43۔ ظالموں کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ

44۔ حضرت رسولؐ خدا اور امیر المومنینؑ کے والدؑ اور اجدادؑ کے متعلق عقائد

45۔ اولاد علیؑ کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ

46۔ عزاداری سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

47۔ اتمام حجت و محبان محمدؐ و آل محمدؐ (علیہم السلام) سے گذارشات

علیؑ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغِ جواں ہے حرزِ طفلاں ہے

بعد از حمد وثنائے پروردگار اور درود وسلام بر احمد مختارؐ و آلہِ الاطھارؑ ہم چاہتے ہیں کہ اُردو زبان میں مختصر اور صحیح عقائد مومنین کے لئے لکھ دیئے جائیں اور وہ نقائص بھی دُور کردیئے جائیں جو بدعقیدگی کی بناء پر عقائد میں پوشیدہ چلے آرہے ہیں اور کوئی نوٹ نہیں کرتا۔

ہمارے عقائد براہ راست قرآن کریم اور حدیث شریف پر منحصر ہونا لازم ہیں۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا حکم ہے کہ:۔

''جو شخص اس بات سے خوش ہونا چاہے کہ وہ ایمان کے ہر درجہ میں کامل ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ یوں کہنا اور اس پر عمل کرنا اختیار کرلے کہ ''ہر ہر چیز اور ہر ہر معاملہ میں میرا قول وہی ہے جو آلِ محمدؐ کا قول ہے۔خواہ وہ مجھے معلوم ہو یا مجھ سے پوشیدہ ہو۔خواہ وہ مجھ تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو''۔(کافی جلد2 صفحہ 310)

خادم المسلمین

احسنؔ

26اگست1985ء

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:۔

''**اصول کو ضائع کر کے فروع کو مقدم جاننا زوال کی دلیل ہے۔**''

حضرت بہلولؒ دانا اس حکمت کی عملی وضاحت کچھ اس طرح فرماتے ہیں کہ:۔

وہب بن عمرو (بہلول دانا)، شیخ جنید بغدادی سے سوالات کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ ''لوگوں کو تم روحانی تعلیم دیتے ہو اور خلق خدا کے مرشد بنے پھرتے ہو۔ کیا تمہیں کھانے کا طریقہ معلوم ہے؟ شیخ نے جواب دیا'' میں بسم اللہ پڑھ کر شروع کرتا ہوں۔ اپنے سامنے سے کھاتا ہوں۔ چھوٹے چھوٹے لقمے لیتا ہوں۔ آہستگی سے چباتا ہوں۔ کھانے میں شریک لوگوں کے نوالے نہیں گنتا۔ کھانا کھاتے ہوئے اللہ کی حمد کرتا ہوں اور کھانا شروع کرنے سے پہلے اور ختم کرنے کے بعد اپنے ہاتھ دھوتا ہوں۔ بہلول نے کہا'' تمہیں تو ابھی تک کھانا کھانا بھی نہیں آتا۔ غور سے سنو! تم نے جو کچھ بیان کیا وہ کھانا کھانے کے آداب تھے۔ وہ سب فروعات ہیں۔ جب کہ اصول کی حیثیت مسلّم ہے۔ تو کھانا کھانے کی اصل یہ ہے کہ جو کچھ کھایا جائے وہ حلال اور جائز ہو۔ اگر حرام غذا کو ایک ہزار آداب کے ساتھ بھی کھایا جائے تو وہ بے فائدہ ہے اور دل کی تاریکی کا سبب بنتا ہے۔''

فروعات کی بجا آوری سے پہلے ہمارے عقائد درست ہونا ضروری ہیں۔ اگر عقائد صحیح ہیں تو تمام فروعات ہمارے لئے فائدہ مند ہیں ورنہ یہی فروعات بے فائدہ، دل کی تاریکی کا سبب اور وبالِ جان ہوں گے۔

1۔ ساری کائنات میں اللہ کی وحدانیت، صفات اور قدرت کا تعارف کرانے والے محمدؐ کا شکریہ پہلا عقیدہ ہے

یہ حقیقت بھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری دنیا کو بتائی تھی کہ اللہ نے فرمایا تھا کہ:۔''میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا مجھے یہ پسند آیا کہ میرا تعارف ہو جائے لہٰذا میں نے اے محمدؐ تجھے پیدا کر دیا''۔ (حدیث قدسی)

2۔ اوّلین مخلوقات محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنینؑ کو پیدا کر کے اللہ کا خالق و رازق و رَب و قادر و قیوم کہلانا

اللہ نے محمدؐ اور علیؑ کے انوار پیدا کئے۔ دونوں کو ایک کر دیا۔ پھر الگ الگ دو کیا۔ پھر دو سے چار میں تقسیم کیا اور ایک کو محمدؐ دوسرے کو علیؑ تیسرے کو حسنؑ اور چوتھے کو حسینؑ بنایا۔ یہ چاروں برابر اللہ کی حمد و ثنا اور تقدیس کرتے رہے۔ پھر فاطمہؑ کا نور پیدا کیا اور سب پر اپنا دست قدرت پھرا کر سب میں اپنا نور داخل کر دیا (کافی)۔ اُس وقت نہ عرش تھا نہ کرسی نہ افلاک تھے نہ سمندر، نہ زمینیں تھیں نہ سماوات تھے (کافی) چنانچہ:۔

3۔ محمدؐ کے لئے کائنات پیدا کی گئی تھی

اللہ نے فرمایا کہ:۔''اے محمدؐ اگر تو موجود نہ ہوتا تو میں یہ افلاک اور کائنات پیدا نہ کرتا'' (حدیث قدسی)

تب اللہ نے کائنات اور مخلوقات کو پیدا کیا اور ہر چیز کی تخلیق کے وقت اپنے تعارف اور ظہور کیلئے محمدؐ و علیؑ اور فاطمہؑ و حسنینؑ کو بطور گواہ موجود رکھا اور تمام مخلوق پر اُن حضراتؑ کی اطاعت کو جاری کیا اور مخلوقات کے تمام کاموں اور معاملات کو اُنؑ سے وابستہ کر دیا اور تحلیل و تحریم (حلال و حرام) کو اُنکی مشیت کے ماتحت کر دیا اور اُنؑ کی مشیت کو اپنی مشیت سے وابستہ کر دیا اور فرمایا کہ اے محمدؐ! یہ ہے دین و دیانت کی بنیاد جو اس سے آگے بڑھے خارج ہوگا۔ جو پیچھے رہے، مٹ جائیگا۔ جو ساتھ ساتھ رہا کامیاب ہوا۔ لہٰذا اے محمدؐ تم اسی کو قائم رکھنا (کافی)۔

4۔ تمام اقوام میں اللہ کے متعلق جو معلومات آج تک آئیں ان کا مصدر و منبع محمدؐ کا وجود ہے

وہ ذات پاک جس نے ملائکہ، ارواح، جنّات اور انسانوں کو اللہ سے متعارف کرایا وہ بقولِ خدا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہم پر لازم ہے کہ عقائد بیان کرنے سے پہلے ان کی محنت کا شکرادا کریں۔ اُنہیں اجر رسالت دیکر اُن ؐ کی خوشنودی حاصل کریں اور اس بدعقیدگی سے بچیں جو عقائد کے بیان میں برابر جاری رہی ہے۔ اُنہیں یہ کہنا چاہئے کہ ہم بذاتِ خود اللہ کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ ہمیں محمدؐ و آل محمد سلام اللہ علیہم ہی نے بتایا ہے کہ :۔

5۔ اللہ کے متعلق ضروری عقائد

اللہ ایسا ایک ہے کہ ویسا ایک اور کوئی نہیں ہے۔ اللہ یکتا ہے یگانہ ہے بے مثل و بے نظیر ہے۔ اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اللہ کا جسم نہیں۔ اُس کے اعضاء نہیں وہ اعضاء کا محتاج نہیں وہ بلا کانوں کے سب کچھ سنتا ہے۔ بلا آنکھوں کے دیکھتا ہے۔ وہ سراسر علم ہے۔ سراسر حکمت ہے اور سراسر قدرت ہے۔ مجسم زندگی ہے زندگی کا خالق ہے۔ وہ قائم ہے اور قائم رکھنے والا ہے۔ وہ ہر عیب اور کمزوری اور محتاجگی سے پاک ہے ۔ ہر حال میں غالب رہنے والا ہے۔ وہی عزت و ذلت و قوت و قدرت کا مالک اور دینے والا ہے۔ وہ صورت اور شکل، رنگ و بو، سمت اور حرکت اور سکون سے مُبّرا ہے۔ مخلوق والی تمام صفات سے مُنزّہ اور پاک ہے۔ کوئی شے یا چیز اُس کی مانند اور مثل نہیں ہے۔ اللہ کسی حد کسی مکان یا کسی زمانے میں نہیں سما سکتا ۔ اُس کا قول و فعل بے عیب و نقص ہوتا ہے۔ اُس سے غلطی نہیں ہوسکتی۔ وہ سراسر عدل اور سچائی ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں، بے نیاز و بے پرواہ ہے۔ اُسے زوجہ کی احتیاج نہیں نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ نہ وہ کسی کا وارث ہے نہ کوئی اسکا وارث ہوگا۔ نہ اُس کا کوئی شریک کار ہے نہ کوئی اُس کو مشورہ دینے والا ہے۔ نہ اُسے مشورہ کی احتیاج ہے۔ اُسے کسی حالت میں دیکھا نہیں جاسکتا۔ وہم و خیال اُس تک رسائی نہیں رکھتے وہ ہر وہم و خیال پر حاوی ہے ۔ لطیف ترین چیزیں اس سے چھپ نہیں سکتیں۔ تھکن، اُلجھن، نیند اور سُستی اُس تک رسائی نہیں رکھتیں۔ وہی پیدا کرتا ہے وہی مارتا ہے۔ وہی فنا کرتا ہے وہی وجود میں لاتا ہے۔ وہی حاکم ہے وہی حکومت دینے والا ہے۔ وہی معبود ہے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہی برکتوں اور وسعتوں کا مالک و خالق ہے۔ وہ ہی ساری کائنات اور تمام موجودات کا رب اور رازق ہے۔ اُس سے اچھا نہ کوئی رازق ہے نہ کوئی خالق ہے نہ کوئی حاکم ہے۔ وہ اپنے تمام کاموں میں مختار ہے۔ وہ قادر مطلق ہے وہ علیم و حکیم ہے۔ غلط کاری سے پاک ہے۔ اُس کا کوئی کام عدل و حکمت سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اُس نے ہر مخلوق کو تمام ضروری خصائل اور صفات و قدرتیں عطا کی ہیں۔ اُس نے تمام صاحبانِ عقل و ارادہ مخلوق کو آزاد و ذمہ دار پیدا کیا ہے اُن سے باز پرس کریگا اور جزا و سزا دیگا۔ اُس نے خود سے رابطہ رکھنے کا انتظام کیا ہے۔ اُس نے کائنات کو قوانین کے ماتحت رکھا ہے ہر چیز قوانین خداوندی کی پابند و مسخر ہے۔ اپنے انبیاءؑ اور رسلؑ کو اُنکے منصب و مقام اور وسعت کار کی مناسبت سے اُن کو مخصوص علوم اور قدرتیں فراہم کرتا ہے۔ اُن کو اُن کے اہل زمانہ پر فضیلت و بزرگی اور غلبہ دیتا ہے۔ غلطی، غلط فہمی اور لغزشوں سے محفوظ و مامون رکھتا ہے۔ اپنے دین اور اپنے نمائندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

6۔ قرآن کریم کے متعلق ہمارے ضروری عقائد

1۔ قرآن میں ہر چیز کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اس میں ہدایات اور خوش خبریاں ہیں۔ (16/89)

2۔ ہر شے کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ وہ ہدایتوں اور رحمتوں کا مجموعہ ہے۔ (12/111)

3۔ ہر چیز کو ہر قسم کی مثالوں سے بیان کیا گیا ہے۔ (17/89۔18/54۔30/58)

4۔ قرآن لوح محفوظ میں سے آیا ہے۔ وہی کتاب مبین ہے۔ (43/1-4)

5۔قرآن کتاب مبین ہے جو مبارک رات میں نازل ہوا تھا۔ (44/1-6)

6۔کتاب مبین میں ہر بیج کا اور تمام خشک و تر کا بیان موجود ہے۔ (6/59)

7۔کائنات کی غائب اور ظاہر کوئی ایسی چیز نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ (27/75-76)

8۔تمام پرندوں چرندوں کا ذکر کتاب مبین میں ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں چھوڑی گئی ہے۔ (6/38)

9۔قرآن کا متن مکمل موجود ہے۔ (علی علیہ السلام)

10۔قرآن دونوں ثقلین میں سے ایک ثقل ہے۔ہادی ہے۔کامیاب کرنے والا ہے۔اس کے ساتھ رہنا کامیاب کرتا ہے۔فتح مندی کی دلیل ہے۔ (علی علیہ السلام)

11۔سارا قرآن محکم ہے۔سارا قرآن متشابہ ہے۔ (3/7)

12۔محکم و متشابہ میں کوئی اختلاف نہیں۔وہ مانند یک و دیگر ہیں۔متشابہ کو نام نہاد علماء نے سازش کا ذریعہ بنایا ہے۔(تفصیلات کیلئے ہماری تفسیر احسن التعبیر 3/7 ملاحظہ فرمائیں)

7۔قرآن کو غلط استعمال کرنے کی سازش، مقدس بہانوں سے قرآن کے حقیقی معانی و مقاصد کو تبدیل کر دیا گیا ہے

عہد رسولؐ میں قرآن کو حقیقی معانی و مقاصد سے ہٹایا گیا۔رسولؐ نے قوم کی شکایت فرمائی۔قریش مجرم اور دشمن رسولؐ (25/30-31) تھے۔

قرآن کو جھٹلایا گیا غلط عقائد پرفٹ کیا گیا۔ (6/66)

8۔ عقائد کی کتابوں میں اللہ و قرآن کے خلاف عقائد پھیلائے گئے ہیں

بڑے اصرار و تکرار سے بیان کیا گیا کہ قرآن میں اللہ نے ایسے الفاظ نازل کئے جو اُس کو جسم والا اور اعضاء والا بیان کرتے ہیں۔جیسا کہ لفظ "وجہ" ہے۔یعنی (معاذ اللہ) اللہ کو نہ عربی زبان پہ عبور تھا اور نہ بروقت صحیح الفاظ بول سکتا تھا۔اسلئے اُن نام نہاد علماء نے کہا کہ تم لوگ لفظ ''وجہ'' کے معنی ''دین اسلام'' کرنا۔اور اللہ نے غلط الفاظ میں سے ایک لفظ ''یدیّ'' نازل کیا ہے۔جسکے اگر صحیح معنی کئے جائیں تو اللہ کے دو ہاتھ ثابت ہوتے ہیں حالانکہ وہ جسم اور اعضاء نہیں رکھتا لہٰذا تم ''یدیّ'' کے معنی ''قوت اور قدرت'' کرنا تاکہ اللہ کو جسمانیت سے محفوظ رکھا جا سکے۔یعنی انہوں نے ثابت کر دیا کہ معاذ اللہ، اللہ نے قرآن میں بہت سی غلطیاں کی ہیں۔لہٰذا قرآن کے متعلق نام نہاد علماء کی سازشوں سے بچ کر رہنا چاہئے اور اجتہادی معنی کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے۔مصدری معنی اور معصومؑ بیان کو اختیار کرنا ضروری ہے اور مجتہدین کے پیدا کردہ تمام شکوک کو ہماری تفسیر میں دیکھنا چاہئے۔احادیث میں حضرت علیؑ ہیں جن کو وجہ اللّٰہ ، یداللہ ،عین اللہ ، لسان اللہ ، جنب اللہ فرمایا گیا ہے اور امامؑ زمانہ کو ربُّ الارض فرمایا گیا ہے اکثر مجتہدین ان القاب کے منکر و مشرک ہیں اور اپنے انکار و شرک کو چھپانے کیلئے (معاذ اللہ) اللہ کو غلط گو اور قرآن کو نقائص کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔

9۔علماء کی بدعقیدگی اور اللہ اور قرآن پر الزام تراشی کو صحیح عقائد میں دیکھو

حضرت علی علیہ السلام اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ ''وجہ اللّٰہ'' ہیں۔ وہی لسان اللّٰہ ہیں،وہی عین اللّٰہ ہیں،وہی یداللّٰہ ہیں،وہی جنب اللہ ہیں،وہی آیات اللہ ہیں،وہی حجت اللہ ہیں (کافی)،وہی رب الارض ہیں۔ان ہی کو رجعت اور قیامت میں دیکھا جائیگا۔وہی رب الارض کی حیثیت سے آئیں گے۔ان ہی کے نور سے زمین جگمگا اُٹھے گی۔لہٰذا وہ تمام باتیں جن کو اعتقادیہ میں غلط قرار دیکر غلط تاویل کی بھینٹ چڑھایا گیا ہے وہ آئمہ معصومینؑ کی کھلی مخالفت اور اُنؑ کے القابات و منزلت کا انکار کیا گیا ہے اور ہم ایسے منکرین کو جہنمی سمجھتے ہیں خواہ کوئی بھی ہو۔

علماء کی تاویل میں بھی تضاد ہے

بتائیے کون سے معنی صحیح ہیں؟

1۔ دونوں "ید " کے معنی دنیا اور آخرت کی نعمتیں۔

2۔ دونوں "ید " کے معنی قوت اور قدرت ۔ (یہ سب بکواس ہے)

جن الفاظ میں اللہ نے اعلان کیا تھا اعتقاد یہ میں ان ہی الفاظ میں اللہ کو اور آیات کو جھٹلایا ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ نے (معاذ اللہ) غلط الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہ ہیں وہ عقائد جو شیعوں کے یہاں ایک ہزار سال سے جاری رکھے گئے ہیں۔انہوں نے اللہ کو بے عیب مان کر اس کے کلام میں اور قرآن میں سینکڑوں عیب ثابت کر دیئے۔اللہ کو عربی زبان سے لاعلم دکھایا اور اس کی اصلاح کی اور چاہتے ہیں کہ تمام شیعہ بھی ان نام نہاد علماء کو اللہ سے بہتر عالم سمجھیں۔(لاحول ولا قوۃ)

10۔اللہ کی صفات کچھ ذاتی ہیں اور کچھ صفات اسکے افعال سے متعلق ہیں

اللہ کی صفات کو ٹھیک سے سمجھنے کے لئے حضرت علیؑ کا خطبہ نمبر ایک پڑھنا ضروری ہے اور اللہ کی صرف وہ صفات بیان کرنا چاہئیں جو اس نے اپنے لئے قرآن میں بیان فرمائی ہیں اور اُن صفات پر بھی کسی بحث میں نہ اُلجھنا چاہئے ۔اس لئے کہ اللہ کی صفات انسانوں کی صفات کی طرح نہیں ہوتیں۔ بہر حال اللہ کی ذاتی صفات وہ صفات کہلاتی ہیں جو ہمیشہ سے اللہ کے ساتھ وابستہ ہوں ۔مثلاً قادر، عالم ، بصیر، حکیم ، غالب ،عزیز ، قیوم وغیرہ۔ دوسرے الفاظ میں وہ تمام ذاتی صفات ہیں جن کی نفی کرنے سے اللہ میں عیب اور محتاجگی پیدا ہو جاتی ہو۔یعنی اگر اللہ کو بصیر نہ مانا جائے تو اندھا ماننا ہوگا۔سمیع نہ مانا جائے تو بہرا ماننا پڑے گا۔علیم نہ کہو تو جاہل کہنا پڑے گا۔حالانکہ اللہ میں کسی قسم کا عیب و نقص نہیں ہے۔لہٰذا اللہ کی ذاتی صفات وہی ہیں۔جن سے اللہ بے عیب ثابت ہوتا ہو۔ذاتی صفات کے ساتھ ساتھ اللہ کی کچھ ایسی صفات بھی ہیں جو اس میں ہمیشہ سے نہیں ہیں۔مثلاً وہ ہمیشہ سے خالق نہیں ہے اس لئے کہ پھر اللہ کے ساتھ ساتھ مخلوقات کو بھی ہمیشہ سے موجود ماننا پڑے گا جبکہ ہمیشہ سے یا قدیم سے اللہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔قدیم یا ہمیشہ سے صرف ایک ہستی ہی ہوسکتی ہے۔لہٰذا جب اللہ نے کچھ پیدا کیا تو پیدا کرنے کی صفت ظاہر ہوئی اور وہ خالق کہلایا۔رزق دیا تو رازق کہلایا پرورش کی تو رب کہلایا۔عمل کے بعد اس قسم کی صفات ظہور میں آتی گئیں۔ویسے پیدا کرنے کی رزق دینے اور پالنے کی قدرت اللہ میں ہمیشہ تھی۔لہٰذا اُ سکے عمل یا فعل کے بعد اس قسم کی صفات ظہور میں آتی گئیں۔لہٰذا اللہ کی ذاتی صفات اسکی ذات میں قائم ہیں اور باقی صفات اسکے عمل پر منحصر ہیں۔

11۔ذمہ داری، آزاد و مختار اور صاحبان قدرت مخلوقات پر اُن کی وسعتوں کے مطابق ڈالی ہے

اللہ نے انسانوں اور جنّوں کو عقل و ارادہ اور قدرت و آزادی دیکر پیدا کیا ہے۔اُنہیں عطا شدہ وسعتوں کے اندر مختار بنایا ہے۔اور اُ نکی عقل و قدرت و اختیار کی وسعتوں کے اندر اندر انہیں ذمہ دار بنایا ہے اور اُنہیں ایسے احکام دیئے ہیں جن پر عمل کر کے وہ لامحدود ترقی کرتے جائیں اور ایسے تمام کاموں سے منع کیا ہے جو اُن کی ترقی میں حارج ہوتے ہوں۔اُن احکام کو اَمر اور ممانعت کو نہی فرمایا ہے۔ اور اپنے اَمر و نہی کو پہنچانے، سمجھانے اور عمل کر کے دکھانے کے لئے اللہ نے اپنے نائبوںؑ کو ہمیشہ انسانوں اور جِنّوں میں موجود رکھا ہے۔اطاعت پر جزا کا اور نافرمانی پر سزا کا وعدہ کیا ہے۔اللہ تعالیٰ تخلیق سے پہلے ہی یہ علم رکھتا ہے کہ مخلوق کے سامنے کیا کیا حالات اور صورتیں پیش آئیں گی۔اور یہ کہ ان حالات اور صورتوں میں دیگر مخلوقات اور انسان اور

جنّات اپنی وسعتوں کو کیسے کیسے استعمال کریں گے۔

12۔ آزادی اور اختیار اور عقل وقدرت پر کبھی جبر نہ کیا جائیگا واپس نہ لیا جائیگا

انسانوں کو آزاد و مختار رکھا گیا ہے۔ وہ اطاعت اور نافرمانی میں یہاں تک آزاد و مختار ہیں کہ خودکشی تک کر سکتے ہیں۔ نہ ان سے جبراً اطاعت کرائی جائے گی نہ انہیں جبراً نافرمانی سے روکا جائیگا۔ بلکہ قوانینِ قدرت اور وسائل حیات اُن کی اطاعت اور نافرمانی میں مددگار رہیں گے۔ مواخذہ کرنے والی قوتیں صبر سے منتظر رہیں گی۔

13۔ قانون مشیت ہمہ گیر اور بے روک ہے۔ اُس سے اللہ کی رضامندی اور پسند کا تعلق نہیں

اللہ جب مَاشَاءَ اللّٰہ کہتا ہے تو اپنے ہمہ گیر قانونِ مشیت کی بات کرتا ہے اپنی پسند و ناپسند اور رضامندی اور ناراضی کی بات نہیں کرتا۔ وہ ہمہ گیر قانون کی بات ہوتی ہے جو ہر حال میں ہونا ہی چاہئے۔ مثلاً تلوار کو کاٹنا ہی چاہئے یہ تلوار کی صفت ہے۔ زہر کو مار ڈالنا چاہئے۔ یہ زہر کی صفت ہے۔ آگ کو جلانا چاہئے کیونکہ جلانا آگ کی صفت ہے۔ ہر چیز کی صفت کو ظہور میں آنا ہی چاہئے اسلئے کہ وہ صفات اور خصلتیں اللہ نے عطا کیں ہیں۔ قوانین اسی لئے بنائے گئے ہیں کہ اپنا کام کریں۔ اب اگر تلوار کو، زہر کو، آگ کو وہاں استعمال کیا جائے جہاں اللہ نے حکم دیا ہے تو اللہ استعمال سے اور استعمال کرنے والے سے راضی اور خوش ہوگا۔ اور اگر وہاں استعمال کیا جائے جہاں استعمال سے اللہ نے منع کیا ہے تو اللہ ناراض اور ناخوش ہوگا۔ مگر تلوار اور زہر اور آگ اپنا کام ہر حال میں کریں گے اسلئے کہ اللہ کا قانون مشیت یہی ہے کہ وہ اپنا کام کریں۔ لہٰذا جس کو قتل کیا وہ مشیت کے ماتحت قتل ہوا، تلوار کا کام یہی تھا۔ اُسے قتل ہونا ہی چاہیے تھا اس لئے کہ اللہ کی مشیت یہی ہے کہ تلوار گردن کو کاٹ دے، آگ جلا کر رکھ دے۔ لڈّو مارنے سے کوئی قتل نہ ہوگا۔ پانی چھڑکنے سے کچھ نہ جلے گا۔ لہٰذا قوانین مشیت اور وسائلِ حیات استعمال کرنے میں انسان آزاد و مختار ہیں۔ وہ چاہیں تو غلط اور ممنوع مقام پر استعمال کر لیں یا صحیح اور جائز مقام پر استعمال کر لیں۔ غلط اور صحیح استعمال سے اللہ کی پسند اور ناپسند اور رضا و ناراضی کا تعلق ہوتا ہے۔ وہ انسانوں پر جبر نہیں کرتا۔ اُن سے آزادی نہیں چھینتا۔ قوانین مشیت کو غلط استعمال کرنے والوں کو سزا دیگا اور صحیح استعمال کرنے والوں کو جزا دیگا۔ قوانین مشیت سب کیلئے یکساں ہیں وہ استعمال ہونے کیلئے ہیں۔ جو جہاں چاہے استعمال کرے وہ استعمال ہونے کیلئے تیار رہتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ غلط استعمال کے وقت تلوار کاٹنے کا کام نہ کرے اور ظلم کے وقت اعضا اپنا کام بند کر دیں۔ قوانین نہ عقل رکھتے ہیں نہ اچھے اور برے کی تمیز کرتے ہیں۔ تمیز کرنا، عقل و ہوش سے کام لینا، ارادے اور اختیار سے کام لینا، قوت وقدرت کو استعمال کرنا انسانوں کی ذمہ داری ہے۔ اسی لئے انہیں اَوامر و نواہی کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے، اچھائی اور بُرائی، جائز و ناجائز بتایا گیا ہے۔ عذاب و ثواب پر مطلع کیا گیا ہے۔ اُسے اپنے تمام کاموں کا ذمہ دار اور جوابدہ قرار دیا گیا ہے۔

نوٹ: قضا و قدر کو سمجھنے میں بہت کوشش نہ کرو۔ یعنی اللہ کی جگہ سنبھالنے کی فکر میں نہ رہا کرو۔ ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

مطلب یہ ہے کہ پہلے اَوَامِر و نواھی کی غرض وغایت اور عِلّت اور وجوہات کا سمجھنا اور سمجھ کر عمل کرنا باطل پرستوں کی پالیسی ہے اور بلا سوچے سمجھے حکم ملتے ہی عمل کرنا اور منع کرتے ہی باز آجانا حق پرستوں کی پالیسی ہے۔ مثلاً اُس نے سوچا کہ اسلام کی کمزوری کے زمانہ میں رسولؐ اللہ نے دشمنانِ اسلام کو خاموش رکھنے کے لئے تالیفِ قلب شروع کی تھی اور چونکہ اُس کے زمانہ میں اسلام طاقتور ہو گیا تھا اس لئے تالیف قلب بند کر دی اور کہہ دیا کہ:۔

"تمہیں مسلمان رہنا ہو تو رہو ورنہ کافر ہو جاؤ اب تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی"۔

یہ وہ اجتہاد تھا جس نے قرآن کے مُؤَلَّفَةِ القلوب (9/60) کے مسئلہ کو باطل کر دیا۔ لہٰذا اجتہاد باطل ہے اور قضا وقدر کی تحقیق بھی باطل ہے۔ چہ جائیکہ خود ہی احکام کی غرض و غایت فرض کر کر کے اجتہاد کرنا اور دین کو تباہ کر دینا۔

14۔ بندوں کی استطاعت اور وسعتیں محدود نہیں بڑھانے سے بڑھتی ہیں اور گھٹانے سے گھٹتی ہیں

تمام بنیادی اَوامر ونواہی بندوں کی وسعتوں اور استطاعت کے مطابق دیئے ہیں۔ اگر وسعت و استطاعت نہیں ہے تو احکام پر عمل کرنا واجب نہیں مثلاً عاقل و بالغ و آزاد و مختار و قادر پر اوامر و نواہی واجب ہیں۔ ان چاروں میں سے کوئی چیز نہ ہو تو احکام پر عمل واجب نہیں رہتا۔ عمل کی راہ میں رکاوٹ نہیں، تندرستی ہے اعضاء سلامت و درست ہیں قوت و توانائی موجود ہے اور ہر وہ چیز موجود ہے جس کی عمل کے دوران ضرورت ہوگی، لہٰذا عمل و تعمیل واجب ہے۔ یہ سب کچھ ہے مگر اللہ و رسولؐ کا مقرر کردہ وقت نہیں آیا عمل واجب نہیں۔

15۔ خدا کی نئی نئی تخلیق جاری ہے، تخلیق میں تعمیر و ترقی و تخریب و ارتقا واضافہ بھی جاری ہے، کسی کا جاننا اور نہ جاننا ضروری نہیں

ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ اللہ نے سب کچھ پہلے دن ہی پیدا کر دیا تھا۔ تخلیق میں ترتیب و ارتقاء اور تدریج کو باقی رکھا ہے۔ ہمالیہ پہاڑ پہلے ہی دن تیس ہزار فٹ بلند پیدا نہ ہوا تھا۔ صفر سے بلند ہوتے ہوتے یہاں تک پہنچا اور ابھی نامعلوم کتنا بلند ہونا ہے۔ نُطفہ قرار پاتے ہی پورا بچہ نہیں بنتا۔ تدریج و ترقی ضروری ہے۔ تخلیق کا پروگرام مرحلہ وار رواں دواں ہے مراحل کا علم نہ ہونا تخلیق کے پروگرام کو نہیں روکتا۔ اللہ کے قوانین سے مراحل کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ علم تخلیق کے شاہدوں اور قدم بقدم ساتھ رہنے والوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ تخلیق تخریب کے اندر سے نکلتی ہے۔ کچھ پرانی چیزیں مٹتی چلی جاتی ہیں۔ کچھ نئی چیزیں صورت پذیر ہوتی چلی آتی ہیں۔ اللہ کی تخلیق کائنات ہر لمحہ جاری ہے۔ قوانینِ تخلیق ہر وقت برسرِ کار ہیں۔ اللہ کی منشاء (مشیت) اور رضا کو انجام دے رہے ہیں نئی سے نئی شان ظہور میں آ رہی ہے۔ ہر ظہور پذیر ہونے والی چیز پروگرام کے مطابق ظہور میں آتی جا رہی ہے۔ پروگرام کے دباؤ سے بعض چیزیں وجود اختیار کرنے میں مقدم ہو جاتی ہیں بعض کو پیچھے ہٹ کر موخر ہوتے جانا پڑتا ہے۔ ظاہری قانون کی رُو سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں کام پہلے ہوگا اور فلاں بعد میں ہوگا۔ مثلاً باپ پہلے مرے گا اور بیٹا بعد میں۔ لیکن بچے مرتے رہتے ہیں والدین زندہ رہتے ہیں۔ یہ پروگرام کا دباؤ ہے، صحیح ہے، پروگرام کے مطابق ہے۔ ہمیں مطابقت معلوم نہیں یہ صرف ہماری جہالت کی دلیل ہے اور کچھ نہیں ہے۔

16۔ اللہ کا کوئی حکم نہ منسوخ ہوتا ہے نہ باطل و فرسودہ ہوتا ہے۔ تمام احکام اور شریعتیں اور اللہ کی کتابیں اپنی شرائط پر قابلِ عمل ہیں

ناسخ کے معنی کسی تحریر کو بجنسہ نقل کرنا۔ منسوخ کے معنی نقل شدہ رکھا ہوا ہونا۔ نسخہ مریض کیلئے دواؤں کا پرچہ۔ **لیکن باطل پرستوں نے منسوخ کے معنی متروک اور باطل (Cancelled) کر دیئے۔** جو قرآن کے خلاف ہیں (45/29) اور کہہ دیا کہ: ''ہمارے نبیؐ کی شریعت نے سابقہ رسولوںؑ کی شریعتوں اور کتابوں کو منسوخ بمعنی متروک یا باطل (Cancelled) کر دیا'' حالانکہ ہمارے نبیؐ اور قرآن نے سابقہ کتابوں کی تصدیق کی ہے (2/97,3/3,3/50 وغیرہ) متروک یا باطل نہیں کیا۔

17۔ لوح و قلم کا دو فرشتے ہونا

لوح و قلم کے متعلق محمدؐ اور آل محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم کا اور اُن کے محبوں کا وہی عقیدہ ہے۔ جو قرآن میں بیان ہوا ہے۔ یعنی ایک ایسی کتاب جس میں اللہ نے سب کچھ لکھ دیا ہے اور قلم وہی لکھنے کا آلہ ہے جس سے سب کچھ لکھا گیا ہے اور معصومؑ بیان میں لوح و قلم نورِ محمدیؐ ہے۔

18۔ عرش وہ تختِ خداوندی ہے جہاں اللہ نے اپنی حکومتِ الٰہیہ کا مرکز قائم کیا ہے اپنے نائب کو بٹھایا ہے

عرش کے متعلق بھی بڑے مضحکہ خیز عقائد لکھے ہیں۔ بہرحال ہمارے نزدیک وہ تخت خداوندی ہے جہاں سے اللہ کے احکامات جاری ہوتے ہیں۔ پہلے مودودی کا بیان سن لیں:۔ **مودودی کا بیان۔ اللہ کا عرش پر جلوہ فرما ہونا**

''اللہ خدا کے اِستَواءِ عَلَى العَرش (تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہونے) کی تفصیلی کیفیت کو سمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالی نے کائنات کی تخلیق کے بعد کسی مقام کو اپنی اس لامحدود سلطنت کا مرکز قرار دیکر اپنی تجلیات کو وہاں مرتکز فرما دیا ہو اور اُسی کا نام عرش ہو جہاں سے سارے عالم پر وجود اور قوت کا فیضان بھی ہو رہا ہے اور تدبیر امر بھی فرمائی جا رہی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرش سے مراد اقتدار فرمانروائی ہو اور اُس پر جلوہ فرما ہونے سے مراد یہ ہو کہ اللہ نے کائنات کو پیدا کر کے اُس کی زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی''۔

(تفہیم القرآن جلد دوئم صفحہ 36)

لہٰذا تجلیاتِ خداوندی کی بہترین صورت نور محمدیؐ ہے اور تخت حکومت پر جلوہ فرمانے اور خدا کی نیابت کرنے کیلئے محمدؐ وعلیؑ سے بہتر اور کوئی مادی صورت ممکن نہیں لہٰذا میرا عقیدہ ہے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ پوری کائنات پر حکمرانی کیلئے عرش خداوندی پر متمکن ہیں۔ اور اللہ اپنے اس مادی ذریعہ سے تدبیر امر اور تنفیذِ احکام کرتا ہے اور میرے اس عقیدے کی تائید میں یہ حدیث سُنئے:۔

''عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو سنا فرما رہے تھے اے اللہ تو درود بھیج اپنے برگزیدہ دوست پر اپنے ہمراز پر اور اپنے احکام کی تدبیر کرنے والے محمدؐ پر''۔	ابن محبوب، عن عبداللّٰه بن سنان، عن ابی عبداللّٰه علیه السلام قال: سمعته یقول: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی محمدٍ صَفِیِّکَ وَ خَلِیْلِکَ وَ نَجِیِّکَ اَلْمُدَبِّرِ لِاَمْرِکَ

تشریح علامہ محمد باقر مجلسی:۔ ''محمد باقر مجلسی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ کافی کو مرتب کرنے والے علامہ محمد یعقوب کلینی نے اس حدیث کا آخری حصہ ترک کر دیا ہے۔ اس سے یہ دلیل پیدا نہیں ہوتی کہ آنحضرتؐ پیغمبر پر ایسا درود جائز ہوسکتا ہے جس میں آل محمدؐ کو چھوڑ دیا جائے۔ اُنکے ایسا کرنے سے یہ وہم پیدا ہوسکتا ہے۔ (کافی جلد دوم صفحہ 464)

حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ کی طرف سے مادی ومحسوس مدبر کائنات ہیں اور وہ مادی اور محسوس تخت پر جلوہ فرمائی کا حق نائب خداوندی کیلئے محفوظ ہے۔ بہرحال اس کو میں نے اپنا ذاتی عقیدہ کہا ہے۔ تم نہ چاہو نہ مانو۔

19۔ نفس اور روح بھی فانی ہیں مگر بلا حکم اور بلا وجہ فنا نہ ہونگی

نفس اور روح زندگی کو برقرار رکھنے والی مخلوقات ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے پاکیزہ مقدس روحوں کو ایجاد کیا۔ اُن سے اپنی ربوبیت اور توحید کا اقرار لیا اور ان سے متعلقہ فرائض پر تعینات کر دیا۔ عام روحیں اور نفوس اجسام کی بقاء کیلئے بدنوں میں قید رہتی ہیں اور رابطہ رکھتی ہیں۔ اجسام سے الگ ہونے والی روحیں اور نفوس بطور نتیجہ نعمتوں یا عذاب میں رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ یوم جزا پھر بدنوں میں لوٹا دی جائینگی۔ روحوں کو اللہ نے اپنا امر فرمایا ہے اور

ان کے متعلق وسیع علم نہیں دیا ہے۔ روحوں کی تعداد بھی مختلف رکھی ہے۔ انبیاء علیھم السلام میں زیادہ روحیں رکھی گئی ہیں۔ بعض روحیں ملائکہ سے بھی افضل مقام رکھتی ہیں۔ فرمایا گیا ہے کہ ملائکہ اور مخصوص روحیں پچاس پچاس ہزار سال تک عروج میں مصروف رہتی ہیں۔ روح القدس انبیاء علیھم السلام کیلئے فوری علم کا ذریعہ ہے وہ بچپن سے آنحضرتؐ کی حفاظت کرتی رہی پھر ہر امام علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہی ہے۔

20۔ موت کے متعلق عقائد

موت انسان کو دنیا سے جدا کرتی ہے۔ موت کے بعد دوسری زندگی شروع ہوتی ہے۔ دوست دارانِ اللہ و رسولؐ کی موت سہولت سے واقع ہوتی ہے۔ دشمنان خدا اور رسولؐ کی موت بڑی تکلیف لے کر آتی ہے۔ موت مومنوں کو دنیا کے قید خانے سے رہائی دلاتی ہے۔ جنت میں جانے کے لئے پُل کا کام کرتی ہے۔ موت بدکاروں کے لئے جہنم میں پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ کافروں کو دنیاوی نیکیوں کا بدلہ آسان موت کی صورت میں دے دیا جاتا ہے۔ بعض مومنین کو موت پاک وصاف کر دیتی ہے۔ اور موت ان کے لئے آخری صدمہ ہوتی ہے۔

21۔ قبر میں سوالات

مرنے کے بعد ہر مرنے والے سے اس کے دین کے متعلق سوالات کیے جائیں گے۔ مومنین کو مدد دینے کے لئے حضرت علیؑ قبر میں تشریف لاتے ہیں اور مخصوص مومنین کے لئے نجات کے ضامن ہوتے ہیں۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہؑ بنت اسد کو دفناتے وقت اللہ کے سپرد کیا اور ضمانت لی کہ وہ مخدومہ نہ برہنہ محشور ہونگی نہ انہیں قبر میں تکلیف ہوگی۔ انہوں نے منکر نکیر کو صحیح جوابات دیئے اور آنحضرتؐ نے مدد فرمائی۔

22۔ رجعت کا ہونا اور محروم الجزا لوگوں کو جزا ملنا اور سزا سے بچ نکلنے والوں کو سزا اور عذاب دیا جانا

قیامت سے پہلے حضرت امام آخرالزمانؑ رجعت قائم کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر بارہویں امام علیہ السلام کے زمانے تک جتنے ایسے لوگ مرے ہوں گے جن کو اُن کی جزا نہ ملی ہوگی یا جو مشیت کی بناء پر سزا سے بچ نکلے ہوں گے۔ اُن سب کو باری باری فطری ترتیب سے زندہ کر کے جزا وسزا دی جائیگی پھر موت آ جائیگی۔ اس کے بعد قیامت میں آخری مرتبہ آخری حساب کے لئے زندہ کیا جائے گا اور عقائد کے مطابق جنت یا جہنم واصل کر دیا جائے گا۔ رجعت کے لئے دو دفعہ زندہ کیا جانا اور دو دفعہ موت کا آنا قرآن میں مذکور ہے کہ: ''رجعت میں اُٹھائے جانے والے کہیں گے کہ خدایا تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دیکر مارا اور دو مرتبہ زندہ کیا اور ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار بھی کر لیا ہے۔ کیا اب جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت ہے؟ (40/11) (تفصیلات بیان الامامت خطبہ 28) مرنے کے بعد مختلف ضرورتوں کے ماتحت دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں رہنا (2/243) اور (2/259) اور (2/56) (اصحاب کہف اور حضرت عیسیٰؑ کے زندہ کردہ لوگ)۔

23۔ قیامت (حشر ونشر) اور حقوق اللہ پر حساب وسزا دیا جانا حق ہے

ہم قیامت میں تمام چرندوں اور پرندوں وغیرہ مخلوق کے حشر کے بھی قائل ہیں۔ دیکھو آیت (6/38)

24۔ ہم حوض کوثر، ساقی کوثر علیہ السلام اور دوستوں کو سیراب کرنے اور دشمنوں کو ہٹانے پر بھی ایمان رکھتے ہیں

رسول اللہ کے وہ صحابہ جنھوں نے حکومت پر قبضہ کیا۔ نیا دین بنایا اور مظالم کئے کوثر سے ہٹا دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

25۔ شفاعت محمدیؐ پر مکمل ایمان رکھنا

قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمتوں کی شفاعت فرمائیں گے اور جن کی شفاعت فرمائیں گے ان کے گناہان کبیرہ وصغیرہ سب بخش دیئے جائیں گے۔ شفاعت پر ایمان نہ لانے والوں کو شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ انبیاؑ وآئمہؑ بھی شفاعت فرمائیں گے۔ مخصوص مومنین کو بھی شفاعت کا حق دیا جائے گا۔ گناہ گاروں کی شفاعت ہوگی۔ کافروں منافقوں، بدعتیوں اور مشرکوں اور دین سازوں کی شفاعت نہ ہوگی۔

26۔ اللہ ثواب کے اور عذاب کے تمام وعدوں کو پورا کرے گا

27۔ بندوں کے اعمال کا ریکارڈ برابر تیار ہوتا رہتا ہے

ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے کراماً کاتبین اس کے اقوال واعمال کو ریکارڈ کرتے رہتے ہیں۔ نیکی کا ارادہ کرنے میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ نیکی کر چکنے پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ایک برائی کر گزرنے پر صرف ایک برائی لکھی جاتی ہے۔ جلدی توبہ کر لی جائے تو وہ برائی بھی نہیں لکھی جاتی۔ ایک بڑی کتاب میں الگ سے تمام انسانوں کے اچھے اور برے اقوال واعمال ریکارڈ ہوتے رہتے ہیں۔ خاموشی کے دوران نیکو کار درج ہوتا ہے۔ بولنے پر اچھا یا برا لکھا جائے گا۔

28۔ خدا ہمیشہ عدل کرتا ہے اور عدل کا ہی حکم دیتا ہے۔ ہمیں ہر حال میں عدل وانصاف پر قائم رہنا چاہیئے

29۔ اعراف جنت ودوزخ کے درمیان مقام تعارف ہے۔ وہاں چودہ معصومین علیہم السلام موجود ہوں گے۔ اور تمام اہل جنت اور اہل جہنم کو پہچانتے ہوں گے۔ جنت میں صرف ان حضرات کو شناخت کرنے والے داخل ہوں گے۔ جہنم میں ان حضراتؑ کے منکر جائیں گے

30۔ پل صراط سے تمام انسانوں کو گذرنا ہوگا۔ پروانۂ ولایت ہوگا تو گذر سکیں گے ورنہ جہنم میں گر جائیں گے

31۔ اُن گھاٹیوں اور عقبات کے متعلق عقیدہ جو پُل صراط پر ہیں جہاں سوالات کیئے جائیں گے

پُل صراط پر گذرتے ہوئے بہت سی گھاٹیاں آئیں گی۔ جہاں اعمال کے متعلق طرح طرح کے سوالات کیئے جائیں گے صحیح جوابات پر آگے بڑھنا ملے گا ورنہ جہنم میں گرا دیا جائے گا۔ لہٰذا اگر وہ بندہ تمام عقبات سے گذر جائے گا تو اُسے جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ جہاں وہ خدا کے جوار رحمت میں نبیوںؑ، وصیوں، صدیقوں، شہیدوں اور بندگان صالحین کے ہمراہ سکونت کرے گا۔ ورنہ اسی گھاٹی سے اس کا قدم پھسل جائے گا اور وہ دوزخ کی آگ میں گر جائے گا۔

32۔ حساب اور میزانوں کے متعلق عقیدہ

حساب لیا جانا برحق ہے۔ بعضوں کے حساب کا متولی خود خدا ہوگا۔ اور بعضوں کے حسابات اللہ کی حجتوںؑ سے متعلق ہوں گے۔ پس انبیاؑ اور حجتوںؑ کے حسابات اللہ لے گا۔ اور انبیاؑ اپنی حجتوں کے حساب خود لیں گے اور اوصیاء ساری اُمتوں کے حساب لیں گے۔ اللہ گواہ ہوگا اپنے نبیوںؑ اور رسولوںؑ پر اور تمام انبیاؑ اور رسولؑ اپنے اوصیاؑء پر گواہ ہوں گے۔ ثبوت اس کا قول خدا ہے۔ یعنی کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور تم کو اے رسولؐ اُن گواہوں پر گواہ بنائیں گے (17/96,13/43,4/41-42) یہاں آنحضرتؐ اور علیؑ مرتضیٰ گواہ ہیں اور امتوں پر گواہ ہونگے۔ میزانوں سے انبیاؑ

اوراوصیاؑ مراد ہیں۔ بروز قیامت دنیاوی گھڑیوں کے حساب سے آدھی گھڑی میں پورا حساب لے لیا جائے گا۔حقوق العباد کا تفصیلی حساب زمانہ رجعت میں ہو چکا ہوگا۔ بہت سے لوگوں کو نامہ اعمال اور بڑی کتاب پڑھوا کر حساب سے فارغ کر دیا جائے گا۔ بہت سے لوگوں کو انکے اعضاء کی گواہی پر فارغ کر دیا جائے گا۔

33۔ جنت و دوزخ کے متعلق عقیدہ

جنت دار البقاء ہے۔سلامتی کا گھر ہے نہ اس میں موت ہے نہ بڑھاپا ہے۔نہ وہاں بیماری ہے نہ عارضہ ہے۔نہ وہاں کوئی آفت ہے نہ زوال ہے۔نہ وہاں کوئی رنج ہوگا۔نہ محتاجی، نہ مفلسی ہوگی نہ غم ہوگا۔وہ تو بے نیازی کا مقام ہے اور صرف سعادت کی جگہ ہے کرامت کا مقام ہے۔نہ کسی کو زحمت ہوگی نہ تھکن ہوگی۔اور شیخ مفیدؒ نے صدوقؒ کی درجہ بندی کے خلاف عقیدہ بیان کیا ہے۔وہاں سب بہترین درجہ میں ہوں گے۔اور کہا ہے کہ یہ عقیدہ غلط حدیث سے لیا گیا ہے۔یہ قرآن کے خلاف ہے۔اس عقیدہ سے جنتی لوگوں میں طبقہ واریت پیدا ہوگی جو نصاریٰ وغیرہ کا عقیدہ ہے۔جہنم کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اہل جہنم کو نہ موت آئیگی نہ ان کے عذاب میں کمی ہوگی۔نہ انہیں ٹھنڈک نصیب ہوگی نہ پانی ملے گا۔انہیں بہتی ہوئی پیپ پینے کو ملے گی۔ کھانے کی جگہ زقوم کھلایا جائیگا۔اہل جنت ثواب کیلئے ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔اور اہل جہنم عذاب کے لئے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔دونوں کو انکے جنت والے اور جہنم والے مکانات دکھا کر کہا جائے گا کہ اگر تُو جنت والے اور تُو دوزخ والے کام کرتا تو تمہیں یہ جنت والا اور یہ جہنم والا مقام دیا جاتا۔مگر تم نے اُلٹا کام کیا تو اُلٹا مقام تمہیں مل گیا۔

34۔ وحی آنے کا عقیدہ اور انداز

۔''حضرت شیخ مفیدؒ نے لکھا ہے کہ جو عقیدہ شیخ صدوق نے لکھا ہے۔نہ وہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے۔نہ احادیث متواترہ سے ظاہر ہوتا ہے اور نہ علمائے شیعہ کا اس پر اتفاق ہے۔اس عقیدے پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔لہٰذا اتنا عقیدہ کافی ہے کہ رسولؐ اللہ پر دو طریقوں سے وحی نازل ہوتی تھی کبھی خود اللہ تعالیٰ اپنے رسوؐل کو اپنی قدرت کاملہ سے احکام کی تعلیم دیتا تھا۔اس وقت حضرتؐ پر غشی طاری ہوجاتی تھی اور کبھی حضرت جبرائیلؑ امین کے ذریعے سے وحی بھیجتا تھا''۔

شیخ مفیدؒ کے ان عقائد سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ روز ازل سے قرآن کے حامل نہ تھے۔چالیس سال کی عمر میں وحی آنا شروع ہوئی تھی اور تئیس سال کے دوران قرآن پورا ہوا تھا۔یعنی چالیس سال تک آنحضرتؐ قرآن سے ناواقف رہے تھے۔اور عربوں کا اور حضوؐر کا علمِ قرآن بتدریج بڑھا تھا۔اور دونوں علمِ قرآن میں برابر رہے تھے۔حالانکہ قرآن نے فرمایا ہے کہ:۔

وَلَا تُجَادِلُوْا أَهْلَ الْكِتٰبِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُولُوا اٰمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلٰهُنَا وَإِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ O وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ فَالَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُونَ بِهٖ وَمِنْ هٰؤُلَاءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ O وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ O بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِي صُدُوْرِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا إِلَّا الظّٰلِمُونَO(29/46-49)

علامہ مودودی کا ترجمہ: ''اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقے سے سوائے ان لوگوں کے جو اُن میں سے ظالم ہوں۔اور ان سے کہو کہ ''ہم ایمان

لائے اس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اس چیز پر بھی جو تمھاری طرف بھیجی گئی ہے۔ ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے مسلم (فرمانبردار ہیں) (اے نبیؐ) ہم نے اِسی طرح تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے۔ اسلئے کہ وہ لوگ جن کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں میں سے بھی بہت سے اس پر ایمان لا رہے ہیں اور ہماری آیات کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں۔ (اے نبیؐ) تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔ دراصل یہ روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے، دلوں میں جنہیں علم بخشا گیا ہے اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہ جو ظالم ہیں''

علامہ مودودی نے یہاں کتاب پڑھنے کی نفی کی ہے اور کتاب لکھنے کی نفی کی ہے اور ان دونوں نفیوں میں من قَبْلِہٖ سے پہلے نفی کی ہے۔ یعنی کتاب اُترنے سے پہلے نہ کتاب پڑھتے تھے نہ کتاب لکھتے تھے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ وہ لکھے پڑھے آدمی ہیں۔ مگر کتاب اُترنے کے بعد تو یہ نفیاں برقرار نہیں رہتیں۔ پھر تو وہ حضرتؐ کتاب پڑھتے بھی تھے اور لکھتے بھی تھے اور چونکہ داہنے ہاتھ سے لکھنے کی نفی کی گئی ہے لہٰذا بائیں ہاتھ سے لکھنا ثابت ہوتا ہے۔ یعنی حضورؐ لکھے پڑھے آدمی تھے۔ لہٰذا قریشی سازش کہ حضورؐ پیدائشی ان پڑھ تھے کھل گئی ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ قرآن کریم آیات بینات کی صورت میں ان حضرات کے سینوں میں لکھا ہوا موجود تھا۔ جن کو اللہ نے روز ازل سے علم عطا کیا ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ ان حضرات میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ بھی شامل تھے یعنی علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کو روز ازل سے علم عطا ہوا تھا اور ان کے سینوں میں قرآن آیات بینات کی صورت میں روز ازل سے لکھا ہوا تھا۔ لہٰذا یہ غلط ہو گیا کہ آنحضرتؐ پر چالیس سال کے بعد وحی اُترنا شروع ہوئی تھی اور وحی اترنے میں جسم بھاری ہو جاتا تھا اور پسینے میں نہا جاتے تھے۔

35۔ لیلۃ القدر میں قرآن نازل ہونا

شیخ مفید اس عقیدے کو بھی ناقابل یقین قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ عقیدہ جس سے علم رسولؐ کی نفی ہوتی ہو غلط و باطل ہے۔

36۔ قرآن کے متعلق عقیدہ

قرآن کلام خدا اور اس کی وحی ہے۔ اسی کی یہ تنزیل ہے۔ اُسی کا یہ قول ہے اور اُسی کی یہ کتاب ہے۔ نہ اُس کی پیشین گوئی غلط ہے نہ اُس کی گذشتہ خبر غلط ہے۔ خدائے حکیم و بزرگ کی طرف سے یہ کتاب اُتری ہے۔ اُس کے قصے برحق ہیں۔ بے کار و فضول نہیں ہیں۔ خدا ہی اس کا نازل کرنے والا ہے اور ایجاد کرنے والا ہے، حفاظت کرنے والا ہے اور وہی اُس کے ساتھ متکلم ہوا ہے۔

37۔ مقدار قرآن کے متعلق عقیدہ

پورا قرآن ان ہی دو (2) دفتیوں کے درمیان موجود ہے۔ اور وہ امت کے پاس موجود ہے اور اس سے زیادہ نازل نہیں ہوا ہے۔ اس کی سورتیں عوام الناس کے نزدیک ایک سو چودہ ہیں اور جو شخص ہماری طرف اس سے زائد کو نسبت دے وہ جھوٹا ہے۔

38۔ نبیوںؑ، رسولوںؑ، فرشتوںؑ اور حجتوںؑ کے متعلق اعتقاد

انبیاؑ اور مرسلینؑ اور آئمہ اثنا عشرؑ کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ سب بزرگوار ملائکہ سے افضل ہیں اور علم ہی موجب فضیلت ہوتا ہے۔ خدا نے فرمایا کہ اللہ نے آدمؑ کو سارے نام سکھائے۔ اور خدا نے تمام نام والوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ مجھے ان کے نام بتاؤ؟ ملائکہ نے لاعلمی کے

اعلان میں کہا ہمیں اُتنا ہی علم ہے جتنا تو نے سکھایا ہے۔ خدا نے آدمؑ سے کہا تم ملائکہ کو اُن سب کے نام بتا دو۔ جب آدمؑ نے نام بتائے تو اللہ نے فخر کیا۔ الغرض آدمؑ کی فضیلت ثابت ہوگئی۔ آدمؑ ملائکہ کے لئے بھی نبیؑ تھے۔ دلیل اَنبِئُهُم ہے اور فضیلت کی دلیل حکم سجدہ ہے۔ اور اللہ نے حضرت آدمؑ کے اندر نور محمدیؐ و علویؑ اور نور فاطمیؑ اور دوازدہ آئمہ ودیعت کر رکھا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں جبرائیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ و عزرائیلؑ اور تمام ملائکہ مقربین سے افضل ہوں اور میں ساری خلقت سے افضل ہوں اولاد آدمؑ کا سردار ہوں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ سارے فرشتے نورانی ہیں معصوم ہیں ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتے۔ وہ محمدؐ اور آئمہؑ کے انوار سے پیدا ہوئے ہیں۔

39۔ نبیوںؑ اور وصیوںؑ کے عدد کے متعلق عقیدہ

ہم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوںؑ کے قائل ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار وصی تھے۔ اور ہر نبیؑ کیلئے ایک وصی تھا۔ جس کو ہر نبیؑ نے اللہ کے حکم سے وصی بنایا تھا۔ اور یہ بھی کہ سارے نبیؑ خدائے برحق کے احکام لیکر آئے تھے۔ اور اُن کا قول قولِ خدا تھا اُنکا حکم حکمِ خدا تھا۔ اُنکی اطاعت خدا کی فرمانبرداری ہے اور اُنکی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ خدا نے جناب محمد مصطفیؐ کو اور آئمہ ھدیٰ کو ساری مخلوق سے زیادہ افضل و محبوب بنایا ہے۔ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا نے ساری خلقت کو حضور سرورِ عالم اور اہلبیت آنحضرتؐ کے طفیل میں پیدا کیا تھا۔ اور اگر یہ حضرات پیدا نہ ہوتے تو خدائے عزوجل نہ آسمان پیدا کرتا اور نہ زمین کو، نہ جنت بنائی جاتی اور نہ دوزخ، نہ آدمؑ پیدا ہوتے نہ حوا اور نہ فرشتے ہوتے۔ اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد مخلوقات پر حجت خدا حضرات آئمہ اثناعشر ہیں۔ ان سب سے اوّل حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں۔ پھر حضرت امام حسنؑ پھر حضرت امام حسینؑ پھر امام زین العابدینؑ پھر امام محمد باقرؑ پھر امام جعفرؑ صادق پھر امام موسیٰ کاظمؑ پھر امام علی رضاؑ پھر امام محمد تقیؑ پھر امام علی نقیؑ پھر امام حسن عسکریؑ پھر حضرت حجۃ علیہ السلام خلیفہ اور بارہویں امام ہیں۔ حکم خدا کو قائم کرنیوالے امام زمانہؑ زمین پر خلیفہ ہیں اور شہروں میں موجود نظروں سے غائب ہیں۔ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہ حضراتؑ صاحبان امر تھے۔ جن کی اطاعت کا حکم خدا نے دیا تھا اور یہ حضراتؑ تمام آدمیوں کے گواہ اور علم الٰہی کے ابواب ہیں۔ اسکی طرف پہنچنے کی راہ ہیں، دلیل ہیں اور اُسکے علم کے مخزن ہیں اور اسکی وحی کے ترجمان ہیں اور کان ہیں۔ وہ سب کے سب خطاؤں اور لغزشوں سے معصوم ہیں اور یہ وہی حضراتؑ ہیں جن سے اللہ نے ناپاکی کو دور رکھا ہے اور جتنا چاہیے تھا اتنے درجہ کا ان کو پاک بنایا ہے۔ انکے پاس معجزے اور دلیلیں ہیں۔ اور یہ حضراتؑ تمام اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ جس طرح کہ ستارے اہل آسمان کیلئے امان ہیں اور اُس امت کیلئے اُن کی مثال کشتی نوحؑ کی طرح ہے۔ جو سوار ہوا نجات پا گیا۔ جو الگ ہوا غرق ہوگیا۔ وہ اللہ پر کسی طرح کی سبقت نہیں لے گئے اور اسی کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان کی محبت ایمان ہے اور ان کی عداوت کفر ہے۔ آج اُن کا خلیفہ حضرت قائم منتظر محمدؑ بن الحسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ علیھم السلام ہیں۔

40۔ عصمت کے متعلق ہمارا عقیدہ کیا ہے؟

انبیاءؑ واوصیاءؑ اور فرشتوں کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ سب روز اوّل سے معصوم ہیں۔ ہر قسم کی نجاست سے پاک ہیں۔ انہوں نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ نہ صغیرہ کے مرتکب ہوئے نہ کبیرہ گناہ کیا۔ یہ حضرات حکم الٰہی کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو شخص انکی عصمت کا کسی حال میں بھی انکار کرے تو وہ انکے رتبے سے جاہل ہے۔

41۔ شہادتوں کے اقرار کے بارے میں ہمارا عقیدہ

’’دین اسلام تین پایوں پر قائم ہے۔1۔نماز۔2۔زکوۃ۔3۔ولایت۔ان میں سے کوئی بھی باقی ساتھیوں کے بغیر صحیح نہیں‘‘(کافی کتاب الایمان والکفر صفحہ 33)

ہمارا عقیدہ ہے کہ ولایت ہی مکمل دین ہے۔تمام انبیاءؑ ولایت علویہؑ کو قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔یہ ایمان واعلان تمام عبادات کی کنجی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:’’تم میں سے جب بھی کوئی لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه اور مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کہے اُسے چاہیے کہ لازماً ساتھ ہی علیٌّ امیر المومنین بھی کہا کرے‘‘۔ فاذا قال احد کم لا اِلٰهَ الا اللّٰه و محمد رسول اللّٰه فَلْيَقُلْ علیٌّ امیر المومنین‘‘۔(احتجاج طبرسی)

42۔ غلو اور تفویض

غالیوں اور مفوضہ کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے منکر ہیں اور یہ لوگ یہود و نصاریٰ، مجوس وقدریہ اور خوارج سے بھی بدتر لوگ ہیں۔

43۔ ظالموں کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ:۔

وہ شخص بھی ظالم ہے جو آیتیں تو پڑھے مگر نہ ظالموں کا تعین کرے نہ ان کی شناخت کرائے، لعنتیں بھیجے اور لعنت کا حقدار ثابت نہ کرے۔نہ جرم بتائے نہ نام لے۔غیر مستحق کو امام بنانے والا بھی ظالم ہے۔علیؑ کی امامت کا منکر بھی ظالم ہے۔

44۔ حضرت رسولؐ خدا اور امیر المومنینؑ کے والدؑ اور اجدادؑ کے متعلق عقائد

یہ تمام حضراتؑ آدمؑ سے لیکر جناب رسولؐ خدا کے والد ماجد عبدؑ اللہ تک مسلمان تھے۔جناب ابوطالب علیہ السلام تک مومنین تھے۔رسولؐ خدا کی والدہ حضرت آمنہ علیہا السلام تک اور جناب خدیجہؑ اور جناب فاطمہؑ بنت اسد تک مومنات تھیں۔حضورؐ نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔حضرت آدمؑ سے میرے اجداد میں کوئی بھی زنا سے پیدا نہیں ہوا ہے۔حضرت عبدالمطلبؑ حجتِ خدا تھے اور حضرت ابوطالبؑ ان کے وصیؑ تھے۔

45۔ اولادِ علیؑ کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ:۔

یہ سب اولادِ رسولؐ تھے اُن کی مودّت واجب اور اجرِ رسالت ہے۔اُن پر صدقہ حرام ہے۔اہل بیتؑ کے متعلق کچھ علماء نے بہت سی غلط حدیثیں لکھی ہیں۔جن سے اہلبیتؑ کی منزلت اور مقام نیچے اُتر کر عوام الناس میں آ گیا ہے اور وہ برابر ہو گئے ہیں۔اِنَّا لِلّٰهِ و اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

لہذا یہاں یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اپنے اُس بنیادی عقیدے کو سامنے لے آئیں جس سے محمدؐ اور علیؑ فاطمہؑ اور حسنینؑ اور آئمہ طاہرینؑ تمام بزرگان دینؑ سے الگ اور نمایاں ہو جاتے ہیں اور اس عقیدے کو اُس رباعی سے ظاہر کرتے ہیں۔

یعنی ہم ہر مشکل میں محمدؐ وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم سے مدد طلب کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔اور یقین کرتے ہیں کہ اللہ اُنؑ کی سفارش قبول کرتا ہے۔مشکلیں آسان کرتا ہے۔مرادیں برلاتا ہے تکالیف دُور کرتا ہے۔

46۔ عزاداریٔ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

لفظ’’عزاداری‘‘ کی بنیاد یا مادہ’’ع.ز.ی‘‘اور مصدر’’عَـزِيـاً‘‘یا’’عَـزَاءً‘‘ ہیں جن کے بنیادی یا اولین معنی’’کسی غم رسیدہ یا مصیبت زدہ کا غم اور

مصیبت ہلکا کرنا، بہلانا تسلی دینا'' ہیں۔ کربلا انسانیت کیلئے عظیم درسگاہ ہے۔ اس میں دانشمندان بنی نوع انسان کیلئے زندگی کی چھوٹی سے چھوٹی خوشی اور بڑے سے بڑے غم میں سے گذرنے کیلئے خدائی معیار پر ہمہ گیر اور قابل عمل راہنما اصول موجود ہیں۔

محمد مصطفیٰ، علیؑ مرتضیٰ اور حسن مجتبیٰ کی حاکمیت کو جس ترکیب سے مانا گیا ہے۔ وہ خلافت وحکومت الٰہیہ کو مسمار کرنے کیلئے اختیار کی گئی تھی اور اسلام کے بنیادی واُصولی عقائد کو تہہ در تہہ خود ساختہ تصورات واِستبداد کے پردوں میں چھپا دیا گیا تھا اور نتیجتاً تعلیماتِ قرآن واسلام کو مذہب جاہلیت سے بدل لیا گیا تھا۔ صرف قرآن کے الفاظ اور اسلام کا نام باقی رہ گیا تھا۔ امام عالی مقام شہید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے پھر نئے سرے سے لاَ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ کو حقیقی بنیادوں پر قائم کیا۔ انھوں نے نبوّت وامامتؑ کے فاصلے کو دور کر دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے مخلوط انبوہ میں سے خبیث اور بد باطن کثرت کو الگ کر دیا۔ یہ حسین علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی نبوت ورسالت کو ثابت کیا۔ ان کی نسل کو محفوظ رکھا۔ اسلام کو نئی زندگی اور صحیح مقام دیا۔ اسی لئے'' حسینٌ منی وانا من الحسینؑ '' ہیں۔

امامؑ عالی مقام نے آزادیٔ ضمیر اور حریت انسانی کا ایسا روح پرور انقلاب برپا کر دیا جو مختلف صورتوں میں ساری دنیا میں پھیل گیا۔ مظلوم کی حمایت ،ظالم کی فنا، وقار انسانیت کی بلندی، بے مایہ وبے چارہ انسانوں کو اقوام عالم کے دوش بدوش پہنچانا، مستورات کو ان کا صحیح مقام فراہم کرنا، بچوں کی پرورش پر خاص توجہ دینا۔ ایسے بڈھے ایسے جوان اور ایسے بچے اور ایسی مستورات تیار کرنا جیسے معرکہ کربلا میں پیش کئے گئے تھے۔ الغرض ایک ایسی قوم وجود میں لانا جو طاغوتی طاقتوں کے بالمقابل حیثیت سے کامیاب ہو جو میدان کارزار میں اپنے حسین اور عزیز جسم کو قیمہ کی صورت میں پیش کرکے اور بے بہا خون چھڑک کر مسکرا سکے۔

دنیا میں زندگی واِنسانیت عظیم حسینی قربانیوں ہی کی وجہ سے قائم ہے اس کرۂ ارض پر زندگی رواں دواں ہے تو کریم ابن کریم ہستی امام حسین علیہ السلام ہی کی وجہ سے ہے۔ سوچیئے! اگر یہ ہستی خون حضرت علیؑ اصغر اپنے چہرہ مبارک پر ملنے کی بجائے آسمان یا زمین پر پھینک دیتی، نہ آسمان سے کبھی پانی برستا، نہ ہی زمین پر کوئی شے پیدا ہوتی۔ یعنی اس کرۂ زمین پر حیات نامی شے کا تصور ہی ناپید ہو جاتا۔ اس لئے ہر ذی روح مخلوق کو اس محسن انسانیت ہستی کا شکرگذار رہنا چاہیئے۔ رسوؐل پاک کے درود کے ساتھ ساتھ'' صلوٰۃ اللّٰہ علی الحسینؑ و اصحابہٖ '' کا ورد جاری رکھنا چاہیئے۔

عزاداریٔ سید الشہداءؑ ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور کمال یہ ہے کہ اس عبادت کے بجالانے کی تاکید وتائید تو کجا اس کو روکنے اور خلاف فطرت اور شرعاً حرام قرار دینے کیلئے انفرادی واجتماعی اور منظّم کوششیں جاری رہتی چلی آئی ہیں۔ پھر یہ دیکھئے کہ اس عبادت میں صرف وقت ہی خرچ نہیں ہوتا۔ بلکہ جان ومال قربان کرنا پڑتا ہے۔ اس میں دشمنان آل محمدؐ سے ٹکر لینے کیلئے خون کو گرم رکھنا پڑتا ہے۔ اپنے گوشت کی بوٹیاں قیمہ کی شکل میں بکھیرنے کیلئے اپنے ہاتھ سے مسکرا مسکرا کر چھریاں تیز کرنا پڑتی ہیں۔ اس میں پسینہ ہی نہیں بلکہ اپنا تازہ خون چھڑکا جاتا ہے۔ اس عبادت کیلئے خون آلودہ تمناؤں کے ساتھ محرم کا چاند دیکھا جاتا ہے دل اُمڈ آتے ہیں۔ آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی ہیں۔ آرام وچین ترک کر دیا جاتا ہے ۔ چار پائیاں الٹ دی جاتی ہیں۔ جائز لذات ترک کردی جاتی ہیں۔ ان جان فرسا اور خوفناک اعمال کے باوجود اس عبادت میں بے توجہی کا شائبہ تک نہیں ملتا اور تعجب یہ ہے کہ وہی طبقہ جو مذکورہ نماز سے کتراتا تھا۔ اب سردھڑ کی بازی لگا دیتا ہے۔ مذہب سے بے توجہی برتنے والے جوان اپنا مد مقابل چنتے ہیں اور آمنے سامنے کھڑے ہو کر اپنا خون اور گوشت قربان کرنے میں بازی لے جانے کا مقابلہ کرتے ہیں صرف اس لئے کہ وہ مقصد عزاداری کو سمجھ چکے ہیں

۔وہ بتانا چاہتے ہیں ان کے امامؑ کی قربانی نے ایک ایسی جماعت تیار کی ہے جو ضرورت پڑنے پر ایک اشارہ میں تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دینا کھیل سمجھتی ہے۔

واقعہ کربلا تمام انسانیت کیلئے عظیم و لازوال حسینی قربانیوں کا ایسا اندوہ ناک سانحہ ہے جس کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے بھی غم، ماتم، عزاداری منائے جاتے رہے۔ یہ سلسلۂ عزاداری رنگ ونسل، ملک وقوم اور وقت کی پابندیوں سے آزاد، حضرت آدمؑ سے لے کر تا قیامت جاری ہے اور رہے گا۔ ہر نبیؑ ہر قوم وملت اپنے اپنے علاقائی رسم ورواج کے تحت یہ غم مناتے چلے آئے ہیں۔ یہاں تک کہ حضورؐ ختمی مرتبت کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کتاب المقدس میں ''المعزّی'' (صاحب عزا) کہہ کر تعارف کرایا ہے۔ (یوحنا، باب 14۔ آیت 26-25 و باب 16 آیت 14-7 کتاب المقدس انجیل یوحنا) عزادارن حسینؑ، سوگواران زہرؑا اور شہدائے کربلا پر اپنا خون چھڑکنے والوں پر ہم اور ہمارے ماں باپ فدا ہو جائیں۔

یہ عزاداری ہی بنی نوع انسان کے لئے وہ عظیم ذریعہ نجات ہے جس سے تمام انسانیت فلاح پاتی آئی ہے اور رہے گی۔ مختلف انداز میں ہاتھ کا ماتم، زنجیر، تلوار اور قمہ کا ماتم، مرثیہ اور سوزخوانی سب جائز اور ضروری ہیں۔ کربلا کی عظیم ترین قربانی کو ذہن میں تازہ رکھنے کے لئے ہر دن کا آغاز عزاداریٔ حسینؑ سے کرنا چاہئے اور پنجگانہ نماز میں خاک کربلا کو دیکھنا، چومنا اور اس پر سجدہ کرنا تسبیح پڑھنا ضروری ہے۔

دینی واقعات کی یادگاریں مثلاً صفا ومروہ (2/258) قربانی کے اونٹ (سورہ حج) وغیرہ اللہ کی نشانیاں یعنی شعائر اللہ ہیں۔ بنائے لا الٰہ امام حسینؑ کی قربانیوں اور واقعہ کربلا سے منسوب تمام شبیہات شعائر اللہ ہیں۔ امام حسینؑ کے روضہ کی شبیہہ تعزیہ یا ضریح، علمدار حسینؑ کے پرچم کے شبیہہ علم ۔امامؑ کی وفادار و جانثار سواری کی شبیہہ ذوالجناح۔ کربلا کے کم سن شہیدؑ کے گہوارے کی شبیہہ جھولا وغیرہ شعائر اللہ ہیں ان کی تعظیم سب پر واجب ہے۔

عزاداریٔ شہدائے کربلؑا دکھی انسایت کے لئے قبلہ مراد ہے۔ حسینی قربانی کا مقصد نجات نوعِ انسانی ہے۔ اس مقصد میں وہ تمام مقاصد داخل ہیں جو ترقی بنی نوع انسان اور آخرت کی نجات کے لئے تصور میں آسکتے ہیں۔ اس تعزیہ کے سامنے اور اس علم کے نیچے ہر قسمی تفریق ختم کر کے اللہ سے محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ دیکر تعلیم شدہ طریقے پر منت مانی جائے یا مدد طلب کی جائے تو کوئی دامن ایسا نہ ہوگا جو خالی رہ جائے۔

عزادارانِ حسین علیہ السلام کو پرسہ دینے کے بعد گذارش ہے کہ رسوماتِ عزاداری میں کوئی جارحیت شامل نہیں رکھنی چاہئے۔ ذرا سوچیں کہ ماہ محرم میں ہوتا کیا ہے؟ جس طرح ہم اور ہمارے مخالفین سال بھر سے منتظر اور انتظام میں مصروف رہتے ہیں۔ اُسی طرح خاتونؑ جنت، شہدائے کربلؑا اور رسوؐل خدا بھی اس چاند کو دیکھتے ہیں۔ ہمیں یہ دکھانا ہوتا ہے کہ کس طرح لوگوں نے ان کے حقوق چھینے اور کس طرح یہ صبر کرتے رہے۔ کس طرح انہیں ان کے پیدائشی اور انسانی حقوق سے محروم کیا گیا اور کس طرح اس محرومی کی حالت میں انہوں نے اپنی زندگیاں بسر کیں۔ کس طرح ان پر مظالم اور شدائد کئے گئے اور کس قوت وصبر کے ساتھ انہوں نے نہ صرف تمام ظلم وستم کو برداشت کیا۔ بلکہ دن رات اپنے مخالفین اور پوری امت کے لئے دعائیں مانگیں۔ اور کبھی ایک لفظ بھی کسی کو چڑانے یا طعن وتشنیع کے لئے نہ کہا۔ ہمیں امید ہے کہ آپ بھرپور طریقے پر زنجیر کا ماتم کریں، مرثیہ خوانی، سوزخوانی اور مجالس کو اثر انگیز بنانے میں تمام حدود پار کر جائیں مگر ایک قدم، ایک لفظ بھی ایسا نہ ہو کہ دشمنانِ اہل بیتؑ کے لئے بہانہ بن جائے۔ کیا آپ ستانے والوں کو دعا نہیں دے سکتے؟ کیا آپ پُر امن نہیں رہ سکتے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ سے عظیم الشان صبر کرنے والی کوئی اور قوم اس روئے زمین نہ گذری ہے۔ نہ مقابلے پر آسکے گی۔

ملتِ شیعہ درحقیقت درحقیقت محمدؐ و آل محمدؐ کی مظلومی، عدم جارحیت اور پُر امن پیغام خداوندی پہنچانے کی ذمہ دار ہے لہٰذا ہمیں اپنا پُرسہ، اپنی تمام

قدرتیں اور وسعتیں ہمیشہ امامؑ وقت حضورؑ قائمِ آل محمدؐ کے حضور پیش کرنا چاہئیں اور ہر اس قول و فعل سے اجتناب کرنا چاہئے جس سے مقاصدِ محمدؐ و آل محمدؐ کو ضرر پہنچے۔

اللّٰھمّ صلّی علٰی محمّدؐ و آلِ محمّدؐ

اتمامِ حجت ومحبان محمدؐ وآل محمدؐ (علیہم السلام) سے گذارشات

محمدؐ وآل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کو ان کے مقام ارفع واعلیٰ سے نیچے اتارنے کا کام نزول قرآن کے زمانہ میں شروع ہوا۔ خاموشی سے مسلمانوں میں پھیلا اور رفتہ رفتہ قومی وملکی مصالح کی چاشنی دے کر قرآنی احکام کو ڈکٹیٹری سے نکالنے اور عوام الناس کی رائے اور مصلحتوں اور مشوروں کے تحت لانے کا لالچ دے کر پورے عرب کو اللہ اور رسوؐل کے خلاف متفق ومتحد کرلیا۔ یہ تمام کدوکاوش ہم نے قرآن سے بہ تفصیل پیش کی ہے۔ ابتدا میں چند قریشی مدبرین اور دانشور مجتہدین موقع ملنے پر دن ورات خفیہ مشورے کرتے تھے۔ (المجادلہ 58/7) بھری محفلوں میں بھی حسب گنجائش اشاروں اور آنکھوں ہی آنکھوں میں نکتہ سنجی کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے (توبہ 9/127) جب تعداد بڑھی تو باقاعدہ اسلام کے احکام میں مشاورت کا حق طلب کیا گیا (آل عمران 3/154) عوام کی رضامندی کو معیار بنا کر اللہ اور رسوؐل پر دباؤ ڈالا گیا (توبہ 9/12) عوام کو جمہوری فیصلوں کے فوائد اور رسوؐل کی تنہا بصیرت کے نقصانات بتلائے گئے (المومنون 23/34)۔ رسوؐل سے کہا گیا کہ اس قرآن کی جگہ ایسا قرآن درکار ہے جو پبلک کے لئے زیادہ مفید ہو یا یہ کہ اسی قرآن کو مصالح ملکی وقومی اور تقاضائے وقت کے مطابق ہوتے رہنے کے لئے معنوی تبدیلی کا اصول اختیار کرلیا جائے (یونس 10/15) یا سارا قرآن جیسا بھی ہے ایک دم پیش کردیا جائے (الفرقان 25/32) یا جو آیت اترے وہ آپؐ پر اور ہم پر الگ الگ اترے تاکہ الفاظ ومطالب کی یکسانی اور ہم آہنگی پر نظر رکھی جا سکے (الانعام 124-125) اللہ ورسوؐل نے ان مدبرین ومجتہدین کی کسی تجویز کو نہ مانا۔ پھر انہوں نے پبلک کو قرآن اور رسوؐل کے ہر حکم کی ایک اجتہادی صورت دکھانا شروع کی اور اندر ہی اندر فتویٰ سازی اور اس پر عمل درآمد شروع کردیا (النحل آیت 116) یہاں تک کہ پوری قوم نے قرآن کی وہ تعبیرات اور تاویلات اختیار کرنا طے کیا جو قریشی مفکرین یا مجتہدین پیش کریں۔ اور اس طرح قرآن اور رسوؐل کو مہجور کردیا گیا (الفرقان آیت 30) انہی حالات میں پوری قوم کو بدل ڈالنے کی دھمکیاں ملتی رہیں (التوبہ آیت 39) آخرکار یہی نظام اجتہاد برسرحکومت آیا اور اس قوم نے بھرپور تعاون کیا۔

مخالفین کا قتل عام کیا جانا ضروری تھی۔ نشان پامٹانے کے لئے گھریلو تاریخ لکھنا اور نسل رسوؐل اور مخالفین کو مٹا ڈالنے کے لئے ساری دنیا کو فساد سے لبریز رکھنا شروع کردیا گیا (البقرۃ آیت 205) اُدھر رسوؐل اور طرفداران رسوؐل نے دفاعی محاذ قائم کر کے تن من دھن کی بازی لگا دینے اور اللہ کی مرضی کے مطابق تنفیذ اسلام کرنے کا عہد صمیم کرلیا (البقرۃ آیت 207) لاکھوں انسان قربان ہوئے، جلاوطنیاں ہوئیں۔ چاردانگ عالم میں نظام محمدؐ وآل محمدؐ پہنچا۔ اس کا نظام اجتہادی حکومتوں نے تعاقب کیا۔ فوج کشیاں ہوئیں۔ لیکن تین سو سال گذرنے سے پہلے ہی نظام اجتہادی حکومتیں بے دست وپا کر کے رکھ دی گئیں۔ چاروں طرف محبان محمدؐ وآل محمدؐ کی اپنی حکومتیں قائم تھیں۔ شیعہ دانشوروں کو بلا کر مخالف حکومتیں اپنی وزارت واختیار سونپ رہی تھیں۔ چار پانچ سو حدیث کی کتابیں اور کئی ہزار شیعہ مبلغین دنیا میں تصورات محمدؐ وآل محمدؐ کا پرچار کر رہے تھے۔ بڑی دھوم سے عزاداری اور جلوس عاشورہ مخالف حکومتوں کے دارالخلافوں میں منائے جارہے تھے۔ گھر گھر شیعیت کا اثر ونفوذ پہنچ رہا تھا کہ اچانک ایک خطرناک مذہبی انقلاب رونما ہوا۔ نظام اجتہاد کے مدبرین ومجتہدین نے ایک بڑی کامیاب راہ نکالی۔ شیعہ حکام اور وزراء کو مشورہ دیا کہ قانون سازی تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ یہ اچھا موقعہ ہے کہ تم آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی احادیث اور آیات کی روشنی میں قانون بنواؤ اور اسلام کے حقیقی احکامات نافذ کرو۔ علماء کو دعوت دو، مفتی وقاضی بلاؤ۔ وزارت امور مذہبی کا سنگ بنیاد رکھو۔ یہ نہایت پسندیدہ مگر خطرناک چال تھی جو علمائے شیعہ اس چال کو سمجھ گئے وہ الگ رہے (جیسے جناب رضی رضی اللہ عنہ) جو نہ سمجھے وہ کرسیوں، وظیفوں اور تنخواہوں کے لئے آگے بڑھے۔ اقتدار کے لئے مخالف مجتہدین نے مدد شروع کی۔ کچھ نے شیعہ نقاب پہن لیا۔ کچھ نے اپنی کتابیں پیش کردیں

۔کچھ نے حسب الحکم احکام تیار کرنا شروع کر دیئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ تمام اجتہادی احکام و اصطلاحات وقوانین فقہ وقوانین درایت اہل خلاف کے یہاں سے شیعہ لیبل کے ساتھ اُدھر سے ادھر آ گئے۔قیاسی اور اجتہادی احکام کو امام زمانہ علیہ السلام کے نام سے یا ان کی خاموش رضامندی کی آڑ سے پیش کرنے کا موقع مجتہدین کو نہ ملے۔غیبت امامؑ کے اسباب میں سے بڑا سبب یہی تھا۔ورنہ عوام الناس کو یہ سمجھنے کا موقع ملتا کہ ہر حکم حضرت حجۃ علیہ السلام کی اجازت یا رضامندی سے دیا جا رہا ہے۔چونکہ تین سو سال تک شیعوں میں اور آئمہؑ کی احادیث میں لفظ اجتہاد اور لفظ مجتہد اور اجتہادی احکام مردود الفاظ اور طریقہ تھا۔خاطی کی اتباع حرام تھی۔اس لئے یہ ضرورت پیش آئی کہ جس طرح ہو سکے شیعہ ریکارڈ کو ختم کیا جائے اور اجتہادی پوزیشن کو جواز کا سہارا ملے۔اس مقصد میں مخالف حکومتیں،ان کا سرمایہ،قوت قاہرہ اور تدبران کے ساتھ تھا۔انہوں نے ہماری چار سو احادیث کی کتابیں غائب کیں۔غلط روایتیں اپنی کتابوں میں جمع کیں۔سربرآوردہ علماء کو تلوار اور زہر سے شہید کیا (مثلاً سید رضی رضی اللہ عنہ کو) سیکڑوں علماء پر کفر وزندقہ کے فتوے لگائے (مثلاً بقول غفرانمآب جناب محسن فیض کاشانی رضی اللہ کافر تھے) چونکہ مجتہدین نے اپنی تقلید واتباع کو واجب قرار دیا تھا اس لئے ضروری ہوا کہ شیعہ مجتہدین بھی اہل خلاف کے مجتہدین کی طرح معصومین علیہم السلام کو مجتہدین کے درجہ تک نیچے اتار لیں،اپنی طرح جاہل قرار دیں۔اور تمام مخصوص فضائل کا انکار کر دیں تا کہ وہ صحیح معنوں میں خدا اور رسولؐ کے جانشین بن جائیں۔لہٰذا مدعیان شیعیت نے طے کیا کہ اُن تمام لوگوں کو محمدؐ و آل محمدؐ کا دشمن قرار دیا جانا چاہیئے جو:

1۔آیات واحادیث کا انکار کریں۔

2۔جو آیات واحادیث میں معنوی تحریف کر کے مقام معصومینؑ کو مجروح کریں۔

3۔جو معصومینؑ کے اس مقام کا انکار کریں جو قرآن واحادیث میں مذکور ہے۔

4۔جو بلا آیات واحادیث کے کوئی حکم،فیصلہ یا فتویٰ یا مسئلہ بیان کریں۔

5۔جو خطائے اجتہادی کو جائز قرار دیں۔

6۔جو خطائے اجتہادی پر ثواب ملنے کے قائل ہوں۔

7۔جو زنجیر و ہاتھ سے ماتم کو حرام یا ممنوع کہیں۔

8۔کلمہ میں علی ولی اللہ و وصی رسولؐ اللہ و خلیفۃ بلا فصل کو کسی حالت میں بھی جدا کریں۔

9۔جو مرثیہ،نوحہ اور قصائد کو لحن وترنم سے پڑھنے سے منع کریں۔

10۔جو مخالفین کے تیار کردہ قوانین وقواعد اور اصولوں کو قرآن وحدیث کے جانچنے کا معیار قرار دیں۔

11۔جو احادیث کو بے چوں وچرا قبول نہ کریں۔

12۔جو قرآن کی ایسی تعبیر وتفسیر کریں جو معصومینؑ کی پوزیشن کو مجروح کرے۔

13۔جو شیعوں میں مشہور و معروف اور صدیوں سے قدیم اعتقادات کا انکار کریں۔تا کہ مومنین ومحبان آل محمدؐ کو کافر ومشرک بناتے چلے آنے والا یہ گروہ ابلیس وطاغوت کا گروہ قرار پا کر الگ شناخت ہو جائے۔اور آئندہ مذہب شیعہ پر کسی قسم کا اعتراض قائم نہ ہونے پائے۔یاد رکھیں کہ مذہب شیعہ پر مخالفوں نے جتنے اعتراض کئے ہیں وہ مذہب شیعہ پر اعتراض نہیں بلکہ مجتہدین کی غلط کاریوں،غلط تحریروں اور غلط مسائل پر اعتراض ہیں۔ان خبیثوں نے بیعت کو مانا ،دامادی کو قبول کیا،وظائف لینے کو لکھا۔یعنی دشمن گروہ کے آدمی ہونے کی بنا پر ہمارے مذہب میں ہر بکواس لکھ دی اور جو جواب دیا وہ ایسا کہ چند روز میں وہی

جواب اعتراض بن کر دشمن کے کام آئے۔ مسٹر ڈھکو انہی کے پیروکار ہیں۔ اپنے ثبوت میں انہی کو، انہی کی کتابوں کو، انہی کے اجماع کو پیش کر کے تمام علماء کا منہ بند کرنا چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کے مخالفین خود مقلد ہیں۔ بڑے بڑے لیبلوں، بڑی بڑی پگڑیوں والے آیات اللہ مشہور ہو جانے والوں کے خلاف زبان نہ کھول سکیں گے۔ آپ سب سن لیں کہ مذہب شیعہ کو عالم وعلماء اور حق و باطل کی جانچ کا معیار معلوم ہونا چاہئے نہ کہ علماء کو مذہب شیعہ کی جانچ کا معیار بنایا جائے۔ ہم ہر عالم کو قرآن و حدیث معصومینؑ کے معیار پر جانچیں گے اور جو بھی ذرا ادھر اُدھر ہو گا اس کی بھرپور مذمت کریں گے۔ جو حدیث کا انکار کرے یا مندرجہ بالا تیرہ باتوں میں سے کسی کے خلاف لب کشائی کرے اس پر معصومینؑ کے حکم سے مشرک اور خارج از ولایت محمدؐ و آل محمدؐ ہونے کا فتویٰ صادر کریں گے۔ ہم کسی عالم یا مجتہد کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہ کریں گے جو قرآن و حدیث سے جائز نہ ہو۔ ہم کسی کی اچھائیوں کی بنا پر اسے یہ حق نہ دیں گے کہ وہ محمدؐ و آل محمدؐ کے خلاف ایک لفظ بھی کہے یا لکھے اور شیعہ کہلائے۔ ہم ایک گناہگار کو شیعہ قرار دے سکتے ہیں اور گناہوں سے توبہ کے بعد معافی کا حقدار قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن مجتہدین کو کسی حالت میں مذہب شیعہ کا فرد قرار نہیں دے سکتے۔ اس لئے کہ اجتہاد اور مجتہد دونوں ہی معصومینؑ کے یہاں باطل ہیں۔ اجتہاد کی بنیاد ہی قرآن و حدیث کی حجت کے انکار پر قائم ہوتی ہے۔ یہ لوگ قرآن و حدیث کی دلالت قطعی کے منکر ہوتے ہیں۔ انہیں حصول ظن کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ علم قطعی یا علم حقیقی کا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے قرآن کی آیات اور احادیث کو رد کرنے کے لئے دشمنان دین کے خود ساختہ اصولوں کو معیار قرار دیا ہے۔

وہ مقصر ہیں، وہابیت پھیلا رہے ہیں اور مقام محمدؐ و آل محمد کے منکر ہیں۔ ہم نے ہزار ہا صفحات ان کی رد میں ایسے لکھے ہیں کہ ایک صفحہ کا جواب قرآن و حدیث سے وہ نہیں دے سکتے۔

والسلام

احسن